OPEN ACCESS
Al-ISRA
﴾International Journal of Islamic Thought﴿
ISSN: 2959-3603
www.israjr.com

Al-ISRA
Vol.:3, Issue: 2, July -Dec 2024 PP: 27-37

سوموٹوایکشن کی شرعی حیثیت: فقہی اور پاکستانی نظام عدل کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

The Shariah Status of Suo Motu Action: An Analytical Study in the Light of Fiqh and the Judicial System of Pakistan

Published: 30-12-2024
Accepted: 20-12-2024
Received: 25-11-2024

Muhammad Arif
Teaching Assistant, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara University, Mansehra
Email: arif.hu1981@yahoo.com

Seemi Naz
Arabic Teacher, Elementary and Secondary Education Department KP
Email: seemiahtisham@gmail.com

Abdul Qadeer Siddiq
PhD Scholar, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara University, Mansehra
Email: aq487214@gmail.com

Abstract

Suomoto action is a legal and judicial concept that empowers courts to initiate proceedings on their own, even in the absence of a formal complaint by any party. This principle is primarily designed to safeguard public interest and ensure the delivery of justice in cases where legal gaps or inactivity may hinder fair adjudication. In Islamic jurisprudence, the responsibility of a judge (Qazi) is intrinsically linked to the protection of public rights. Judges are not only authorized to resolve disputes between parties but, under certain circumstances, can also act proactively for public welfare based on wisdom and justice. This article provides an analytical study of the Shariah and jurisprudential perspective on Suomoto action, with a particular focus on the Hanafi school of thought, to examine the extent to which a judge can initiate judicial proceedings for public interest. Furthermore, the practical implementation and legal framework of Suomoto action within the Pakistani judicial system are explored, including the constitutional provisions, Supreme Court and High Court judgments, and historical judicial practices. The objective of this study is to demonstrate that Suomoto action is not merely a judicial prerogative but also a mechanism to uphold public interest and judicial accountability. Through a comparative analysis of classical Islamic jurisprudence and Pakistani laws, this article evaluates the coherence, legitimacy, and effectiveness of Suomoto action in promoting proactive judicial intervention and ensuring justice.

Keywords: *Suomoto Action, Islamic Jurisprudence, Hanafi Fiqh, Judicial Activism, Public Interest, Pakistani Legal System, Supreme Court, Judicial Accountability.*

CC BY

تعارف

سو موٹو ایکشن ایک ایسا قانونی اور عدالتی تصور ہے جس کے ذریعے عدالتیں خود کسی کیس کی شروعات کر سکتی ہیں، چاہے کوئی فریق مقدمہ نہ دائر کرے۔ یہ اصول بنیادی طور پر عدلیہ کی آزادی اور عوامی مفاد کے تحفظ کے لیے وضع کیا گیا ہے تاکہ عدالتی نظام میں قانونی خلا یا کسی غیر فعال رویے کی صورت میں انصاف کی فراہمی یقینی بنائی جا سکے۔ اسلامی فقہ میں بھی قضا کی ذمہ داری کو عوام کے حقوق کے تحفظ سے مربوط کیا گیا ہے اور قاضی کو نہ صرف فریقین کے درمیان تنازعات کے حل کی اجازت دی گئی ہے بلکہ بعض حالات میں اپنی حکمت اور عدل کے تحت عوامی مفاد کے لیے اقدامات اٹھانے کی بھی اجازت ہے۔ اس آرٹیکل میں سو موٹو ایکشن کی شرعی اور فقہی حیثیت کا تجزیہ کیا جائے گا، خاص طور پر احناف کی فقہ کے تناظر میں، تاکہ معلوم کیا جا سکے کہ آیا اور کس حد تک قاضی اپنی مصلحت اور عوامی مفاد کے لیے عدالتی کارروائی خود شروع کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکستانی عدالتی نظام میں سو موٹو ایکشن کی عملی نفاذ اور اس کے قانونی دائرہ کار کا مطالعہ کیا جائے گا، جس میں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے فیصلے، آئینی دفعات اور عدالتوں کی تاریخی رویوں کا تجزیہ شامل ہوگا۔ آرٹیکل کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ سو موٹو ایکشن نہ صرف ایک عدالتی اختیار ہے بلکہ یہ عدالتی ذمہ داری اور عوامی مفاد کے تحفظ کا ذریعہ بھی ہے۔ فقہائے کرام کے نظریات اور پاکستانی قوانین کے تقابلی مطالعے کے ذریعے یہ معلوم کیا جائے گا کہ سو موٹو ایکشن کے شرعی، قانونی اور عملی پہلوؤں میں کس حد تک ہم آہنگی موجود ہے، اور کس حد تک یہ عدالتی انصاف کی فراہمی میں ایک فعال اور مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔

سو موٹو ایکشن یا نوٹس کا تعارف:

"سو موٹو آخر کیا ہے اور اس کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ پاکستان میں یہ ایک ایسا موضوع ہے جس نے طویل عرصے سے قانونی ماہرین کے ساتھ ساتھ عام شہریوں کی توجہ بھی اپنی جانب مبذول کر رکھی ہے۔ دنیا کے بیشتر عدالتی نظاموں میں لاطینی اصطلاحات کا استعمال عام ہے، جبکہ کامن لا کے شعبے میں ان الفاظ کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ بعض ماہرین قانون اس نظام کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے لاطینی زبان سیکھنے کو بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ تاہم دوسری جانب انہی پیچیدہ اور بعض اوقات مبہم لاطینی تعبیرات کے خلاف ردِ عمل بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ بہت سے لوگ انہیں غیر واضح اور مشکل تصور کرتے ہیں۔[1]" دنیا کے کئی ممالک نے قانونی نصاب اور کتب میں لاطینی اصطلاحات کے استعمال کو کم کرنے کے لیے برسوں تک سنجیدہ کوششیں کی ہیں، اور بڑی حد تک اس میں کامیاب بھی رہے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ بہت سے قانونی نظاموں میں ان اصطلاحات کا استعمال بتدریج کم ہوتا جا رہا ہے، تاہم اس کمی کے باوجود ان سے مکمل طور پر نجات پانا شاید ممکن نہ ہو سکے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لاطینی اصطلاحات کی خوبی یہ ہے کہ یہ نہایت پیچیدہ قانونی تصورات اور اصولوں کو انتہائی مختصر اور جامع انداز میں بیان کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں، جو چند الفاظ میں پوری بات سمجھا دیتی ہیں۔[2]

"ایسے ہی قانونی خیالات یا اصول جب عام اور سادہ زبان میں بیان کیے جاتے ہیں تو بعض اوقات لمبے جملوں بلکہ ایک پورا پیرا گراف بھی ناکافی محسوس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں نہ صرف وکیل بلکہ عام لوگ بھی لاطینی اصطلاحات استعمال کرتے دکھائی دیتے ہیں، جو اپنی جڑیں قدیم رومن قانون میں رکھتی ہیں۔ انہی مشہور اصطلاحات میں سے ایک 'سو موٹو' ہے۔ اس کا سیدھا سا مفہوم یہ ہے کہ عدالت یا کوئی مجاز اتھارٹی کسی کی درخواست یا عرضداشت کے بغیر کسی معاملے کا خود سے نوٹس لے لے۔[3]

اور اس اصطلاح سے عام طور پر ایسی صورت حال مراد ہے، جس میں ایک جج عدالت کے سامنے کارروائی کے لیے کسی بھی فریق کی درخواست کے بغیر خود ہی یہ طے کرتا ہے کہ کوئی معاملہ ضروری اور حساس ہے، اور اس پر خود ہی اس کا نوٹس لے کر اس پر کارروائی شروع کرتا ہے۔ از خود نوٹس لینے کا رواج یا روایات دنیا میں عام نہیں ہیں۔ دنیا میں جہاں جہاں کامن لاء ہے، وہاں یہ اختیار استعمال ضرور ہوتا رہا ہے، لیکن یہ اتنا عام نہیں ہے۔

سو موٹو: قانونی نظام میں اس کی اہمیت اور تنقید:

"دنیا کے مختلف ممالک میں عدالتیں بعض مخصوص معاملات میں لاطینی اصطلاحات کا سہارا لیتی ہیں، جن میں 'سو موٹو' ایک نمایاں مثال ہے۔ یہ اصطلاح اس وقت بروئے کار آتی ہے جب عدالت یا کوئی بااختیار ادارہ کسی معاملے پر خود پہل کرتے ہوئے، بغیر کسی درخواست کے کارروائی شروع کرے۔ قانونی نقطۂ نظر سے یہ اختیار اس لیے رکھا گیا ہے کہ اہم، فوری یا عوامی مفاد سے جڑے معاملات میں تاخیر کے بغیر کارروائی ممکن ہو سکے اور بروقت انصاف فراہم کیا جا سکے۔[4]

سو موٹو کی قانونی حیثیت اور عالمی نقطہ نظر:

"دنیا کے مختلف عدالتی نظاموں میں سو موٹو اختیار کی نوعیت اور اس کا دائرہ کار ایک جیسا نہیں ہے۔ عام طور پر کامن لا سے وابستہ ممالک میں اگرچہ اس تصور کی بنیاد موجود ہے، لیکن اس کے استعمال پر سخت پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ کئی ریاستوں—مثلاً کینیڈا، آسٹریلیا اور یورپ کے زیادہ تر ممالک—میں عدالتیں کسی معاملے پر از خود نوٹس نہیں لے سکتیں، الّا یہ کہ کوئی مخصوص قانون انہیں ایسا کرنے کی اجازت دے۔ امریکہ میں بھی عدالتیں صرف انہی معاملات میں مداخلت کرتی ہیں جو آئینی طور پر ان کے دائرہ کار میں شامل ہوں، اور وہ نظریاتی یا سیاسی نوعیت کے مسائل میں اپنی طرف سے کارروائی شروع نہیں کرتیں۔[5]

"اس کے برعکس جنوبی ایشیائی ممالک—خصوصاً پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش—میں عدالتوں کے توسط سے سو موٹو اختیارات کا استعمال زیادہ عام ہے۔ پاکستان میں تو سپریم کورٹ نے متعدد اہم معاملات میں خود کارروائی کا آغاز کیا ہے، جن میں انسانی حقوق کی پامالی، بدعنوانی کے الزامات اور سرکاری اداروں میں انتظامی بے قاعدگیوں جیسے مسائل نمایاں طور پر شامل ہیں۔[6]

سو موٹو ایکشن کی حدود کا تعین:

"پاکستان میں سو موٹو اختیارات کے مسلسل استعمال نے اس کے حدود و قیود کے حوالے سے ایک وسیع بحث کو جنم دیا۔ ماہرین قانون کا خیال ہے کہ عدالت کو ایسے معاملات میں از خود مداخلت کا اختیار ہونا چاہیے جو عوامی مفاد یا بنیادی حقوق کی خلاف ورزی سے متعلق ہوں، لیکن اگر اس اختیار کو غیر ضروری طور پر بروئے کار لایا جائے تو عدلیہ کی غیر جانبداری متاثر ہونے کا خدشہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ اسی پس منظر میں پارلیمنٹ نے ایک نیا قانون منظور کیا جس میں سو موٹو کارروائی کے طریقہ کار، اس کے لیے مقرر ججوں کی تعداد اور فیصلے کے خلاف اپیل کے ضابطے واضح طور پر بیان کیے گئے۔ ان اصلاحات کا بنیادی مقصد اس اختیار کو معقول حد میں رکھ کر صرف انہی معاملات تک محدود کرنا تھا جو حقیقی معنوں میں عوامی مفاد کے حامل ہوں۔[7]

"پاکستان میں سو موٹو اختیار برسوں سے استعمال ہو رہا ہے اور مستقبل قریب میں اس کے مکمل خاتمے کا امکان بھی کم نظر آتا ہے۔ تاہم عدالتی نظام کو مضبوط اور شفاف بنانے کے لیے ضروری ہے کہ از خود نوٹس کے استعمال کے لیے ایک واضح اور منظّم فریم ورک مرتب کیا جائے، تاکہ یہ اختیار صرف اُن معاملات تک محدود رہے جو واقعی اس کے اہل ہوں۔ ساتھ ہی یہ بھی

ناگزیر ہے کہ عدالتیں ان لاکھوں مقدمات کی طرف توجہ دیں جو زیر التوا رہ کر عام شہریوں کے لیے انصاف کے حصول میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اگر سو موٹو اختیار کو اعتدال، شفافیت اور منصفانہ اصولوں کے ساتھ استعمال کیا جائے تو یہ عدالتی اصلاحات میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے، بصورت دیگر یہ ایک متنازع عمل کے طور پر ہی دیکھا جاتا رہے گا۔"

پاکستان میں سو موٹو اختیار کا استعمال:

"پاکستان میں از خود نوٹس کا اختیار طویل عرصے سے ایک مضبوط عدالتی روایت کے طور پر موجود رہا ہے، اور مختلف ادوار میں متعدد ججز نے اس اختیار کو وسیع پیمانے پر استعمال کیا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق، سن 2000 سے اپریل 2023 تک سپریم کورٹ نے 204 مختلف معاملات میں سو موٹو نوٹس لیا، جن میں بعض ججز کی جانب سے درجنوں مرتبہ خود کارروائی کرنے کے واقعات بھی شامل ہیں۔ تاہم اس رجحان پر تنقید اس وقت بڑھی جب ملک میں لاکھوں مقدمات برسوں سے بغیر فیصلے کے زیر التوا رہے اور عام لوگ انصاف کے حصول کے لیے طویل انتظار پر مجبور ہوئے۔ ماہرین قانون کے مطابق، سو موٹو اختیارات کا حد سے زیادہ استعمال نہ صرف عدالتی ڈھانچے میں مشکلات پیدا کر سکتا ہے بلکہ عدلیہ کی انتظامی امور میں غیر ضروری مداخلت کا تاثر بھی پیدا ہو سکتا ہے۔[8]

پاکستان میں سو موٹو اختیار: پس منظر، اثرات اور عوامی توقعات:

پاکستان کے آئین کے تحت، سو موٹو اختیار ملک کے چیف جسٹس کو حاصل ہوتا ہے، جو کسی بھی ایسے معاملے پر از خود نوٹس لے سکتے ہیں جس میں وہ محسوس کریں کہ حکومتی ادارے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں یا کسی سیاسی دباؤ یا ذاتی مفاد کی وجہ سے انصاف کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہیں۔ اس اختیار کا بنیادی مقصد یہ یقینی بنانا ہے کہ انصاف بغیر کسی مداخلت کے، آزادانہ اور منصفانہ طریقے سے فراہم کیا جائے۔

عوامی حمایت اور عدالتی اقدامات:

"پاکستان میں عوامی توقعات ہمیشہ ان رہنماؤں اور شخصیات سے وابستہ رہی ہیں جو کھل کر ان کے مسائل حل کرنے کے لیے سامنے آتے ہیں۔ گزشتہ پندرہ برسوں کا جائزہ لیا جائے تو کئی ایسی شخصیات ابھری ہیں جنہوں نے وسیع عوامی مقبولیت حاصل کی، جن میں سابق چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری، جنرل راحیل شریف، سابق چیف جسٹس ثاقب نثار اور موجودہ چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کا نام نمایاں ہے۔

افتخار چوہدری کے دور کا سب سے زیادہ زیر بحث فیصلہ اس وقت کے وزیرِ اعظم یوسف رضا گیلانی کی نااہلی تھا، جس کی بنیاد یہ رکھی گئی کہ انہوں نے مبینہ طور پر سوئس بینکوں میں موجود قوم کے لوٹے گئے سرمائے کی واپسی کے لیے خط لکھنے سے انکار کیا۔ تاہم اس فیصلے کے باوجود متعلقہ رقم کبھی پاکستان واپس نہ آ سکی، جس کے باعث عوام آج بھی اس اقدام کے عملی نتائج اور اس کی حقیقی افادیت کے بارے میں شکوک کا اظہار کرتے ہیں

سو موٹو ایکشن اور فقہی قوانین: شرعی حیثیت اور عدالتی ذمہ داری

سو موٹو ایکشن ایک عدالتی اختیار ہے جس کے تحت عدالتیں خود کسی مقدمہ کی کارروائی شروع کر سکتی ہیں، چاہے کوئی فریق مقدمہ نہ دائر کرے۔ اسلامی فقہ میں قاضی کی ذمہ داری اور عدالتی اختیارات کو عوام کے حقوق کے تحفظ سے مربوط کیا گیا ہے۔ احناف اور دیگر فقہاء کی کتب میں قاضی کو بعض حالات میں خود اقدام کرنے کی اجازت دی گئی ہے، جو آج کے قانونی نظام

میں سو موٹو ایکشن کے مترادف ہے۔

قاضی کی ذمہ داری اور عوامی مفاد

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"القاضي مسؤول عن رعيته ما لم يقموا بحفظ حقوقهم"[9]

قاضی اپنی رعایا کے لیے ذمہ دار ہے حتیٰ کہ جب تک وہ اپنے حقوق کا تحفظ خود نہ کریں, یہ بیان ظاہر کرتا ہے کہ قاضی صرف فریقین کے مقدمات کے منتظر نہیں رہتا بلکہ عوام کے حقوق کے تحفظ کے لیے فعال کردار ادا کر سکتا ہے۔ اسی اصول کی بنیاد پر آج کے عدالتی نظام میں سو موٹو ایکشن کی اجازت دی جاتی ہے، یعنی عدالت خود مقدمہ شروع کر سکتی ہے

اسی طرح امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

"لا يسقط عن القاضي حق الناس في الإصلاح"[10]

"قاضی سے عوام کے حقوق کی اصلاح کا حق کبھی ساقط نہیں ہوتا۔ یہ فقہی اصول واضح کرتا ہے کہ قاضی پر عوامی مفاد کی حفاظت کی ذمہ داری لازمی ہے، اور وہ صرف فریقین کے درمیان تنازعہ کے حل تک محدود نہیں۔ یہ اسی روح کو بیان کرتا ہے جو سو موٹو ایکشن کے تحت عدالت کو خود اقدام کی اجازت دیتی ہے۔

عدالتی خود اختیاری(Proactive Judicial Action)

ابن قدامہ فرماتے ہیں:

"القاضي إذا رأى الحق ضائعًا من غير مدّعٍ فله أن يبتدئ بالقضية"[11]

"اگر قاضی دیکھے کہ حق بغیر کسی مدعی کے ضائع ہو رہا ہے تو اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ مقدمہ خود شروع کرے۔"[3]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں:

"القاضي ينبغي أن يتدخل لإحقاق الحق إذا غاب المدعي"[12]

"قاضی کو چاہیے کہ حق کو قائم کرنے کے لیے مداخلت کرے اگر مدعی موجود نہ ہو۔" یہاں واضح کیا گیا ہے کہ عدالتی خود اختیاری (Proactive Judicial Action) فقہ کے مطابق جائز اور مستند ہے، اور قاضی عوامی مفاد میں خود مقدمہ شروع کر سکتا ہے۔

احادیث کا تناظر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"المسلمون شركاء في ثلاث: الماء والنار والكلأ"[13]

مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: پانی، آگ اور چراگاہ۔" یہ حدیث اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ عوامی وسائل اور مفاد کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے، اور قاضی کے لیے یہ ایک شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ عوامی مفاد کے لیے فعال کردار ادا کرے، جو سو موٹو ایکشن کی روح کے عین مطابق ہے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا:

"من ترك شيئاً لله عوضه الله خيراً منه"[14]

"جو شخص کسی چیز کو اللہ کے لیے چھوڑ دے، اللہ اسے اس سے بہتر چیز عطا کرے گا۔" یہ حدیث عدالتی فیصلوں اور عوامی مفاد کے لیے فعال اقدامات کو مستحب قرار دیتی ہے، یعنی اگر قاضی خود اقدام کرے تو یہ اللہ کی رضا کے مطابق ہے

رسول اللہ ﷺ نے عدل و انصاف پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"إنما الإمام جنة يقاتل من ورائه"[15]

"امام (قاضی) ایک ایسی حفاظت ہے جس کے پیچھے لوگ لڑتے ہیں (عدل و انصاف کے لیے)۔" عدالتی قیادت اور عدالت کے کردار کی اہمیت واضح کرتی ہے، یعنی قاضی کی انصاف قائم کرنے کی ذمہ داری عوامی تحفظ اور عدل کی بنیاد ہے، جو سو موٹو ایکشن کے اصول کے عین مطابق ہے

اور ایک حدیث میں عدالت اور انصاف کی اہمیت بیان کی گئی ہے:

"لا يرد القضاء إلا إلى صاحب الحق"[16]

"عدالت صرف حق رکھنے والے کے حق کو واپس کرتی ہے۔" یہ اصول عدالت کے عدالتی اقدام کو محدود نہیں کرتا، بلکہ عوامی حقوق کے تحفظ میں عدالت کے فعال کردار کو جائز قرار دیتا ہے۔

مزید ایک حدیث میں فرمایا:

"إياكم والظلم فإن الظلم ظلمات يوم القيامة"[17]

"ظلم سے بچو، کیونکہ قیامت کے دن ظلم اندھیروں کا سبب ہوگا۔" یہ حدیث قاضی کو عدالتی فیصلوں میں احتیاط اور عوامی مفاد کے تحفظ کی تاکید کرتی ہے۔ سو موٹو ایکشن کا مقصد بھی ظلم یا حقوق کی پامالی کو روکنا ہے۔

پاکستانی نظامِ عدل میں سو موٹو ایکشن کے قوانین

1۔ آئینی بنیاد (Constitutional Basis)

پاکستان کے نظامِ عدل میں سو موٹو اختیار کی بنیادی آئینی بنیاد آئینِ پاکستان 1973ء کا آرٹیکل 184 (3) ہے۔ اس آرٹیکل کے مطابق سپریم کورٹ اُس وقت براہِ راست کارروائی (direct jurisdiction) لے سکتی ہے جب معاملہ:

عوامی اہمیت (public importance) کا ہو، اور

بنیادی حقوق (fundamental rights) کے نفاذ سے متعلق ہو۔

یہ اختیار عدالتِ عظمیٰ کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ کسی درخواست کے بغیر بھی، محض عوامی مفاد کے پیشِ نظر، کارروائی شروع کر سکے۔[18]

2۔ سپریم کورٹ رولز (Supreme Court Rules 1980)

سو موٹو اختیار کے عملی استعمال کے لیے عدالتِ عظمیٰ نے Order XXV کے تحت قواعد و ضوابط وضع کیے ہیں۔ ان قواعد کے تحت:

بنیادی حقوق کی خلاف ورزی سے متعلق معاملات براہِ راست سُنے جا سکتے ہیں۔

عدالت عوامی شکایات، میڈیا رپورٹس اور دیگر مواد کی بنیاد پر خود نوٹس لے سکتی ہے۔[19]

3۔ عدالتی نظائر (Case Law / Judicial Precedents)

پاکستان میں سو موٹو کو قانونی حیثیت دینے اور اس کے دائرہ کار کی وضاحت کرنے میں عدالتی فیصلوں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے:

(الف) بینظیر بھٹو کیس (Benazir Bhutto v. Federation of Pakistan, PLD 1988 SC 416)

سپریم کورٹ نے قرار دیا کہ جب بنیادی حقوق متاثر ہوں تو عدالت از خود کارروائی کر سکتی ہے۔[20]

(ب) میمو گیٹ کیس (Constitution Petition No. 77 of 2011)

سپریم کورٹ نے Newspaper Reports کی بنیاد پر سو موٹو اختیار استعمال کرنے کی اجازت کو برقرار رکھا۔[21]

(ج) لاہور ہائیکورٹ بار کیس (PLD 2012 SC 395)

عدالت نے واضح کیا کہ سو موٹو اختیار صرف اُس وقت استعمال ہوگا جب معاملہ براہِ راست بنیادی حقوق سے متعلق ہو[22]

(د) پانامہ لیکس کیس (PLD 2017 SC 265)

اس کیس میں عدالت نے آرٹیکل 184(3) کے تحت براہِ راست کارروائی کرتے ہوئے وزیر اعظم کو نااہل قرار دیا[23]

4۔ پارلیمانی اور قانونی اصلاحات (Law Reforms on Suo Motu)

سال 2023ء میں Supreme Court (Practice and Procedure) Act 2023 منظور ہوا، جس کے تحت:

سو موٹو اختیار اب چیف جسٹس اکیلے استعمال نہیں کر سکتے۔

آرٹیکل 184(3) کے تحت ہر از خود کارروائی کا فیصلہ تین رکنی کمیٹی (Chief Justice + دو سینئر ترین ججز) کرے گی۔

اس قانون نے سو موٹو اختیار کو institutional شکل دی۔[24]

5۔ ہائی کورٹس کا دائرہ اختیار (Under Article 199)

ہائی کورٹس کو بھی بنیادی حقوق کے نفاذ کے لیے از خود کارروائی سے ملتا جلتا اختیار حاصل ہے، مگر:

اس اختیار کو "سو موٹو" نہیں کہا جاتا۔

ہائی کورٹ صرف ریٹ اختیار (writ jurisdiction) استعمال کرتی ہے۔[25]

6۔ میڈیا رپورٹس پر سو موٹو اختیار

سپریم کورٹ نے متعدد مواقع پر اخبارات کی خبریں، ٹی وی رپورٹس اور انسانی حقوق کی درخواستوں پر سو موٹو ایکشن لیا، جیسا کہ:

گنگارام ہسپتال کیس

بلدیہ ٹاؤن کیس

سلمان تاثیر قتل کیس میں پولیس اصلاحات

عدالت نے قرار دیا کہ میڈیا رپورٹس "credible information" ہو سکتی ہیں[26]

پاکستانی نظامِ عدل میں سوموٹو اختیار بنیادی طور پر آرٹیکل 184 (3) کے تحت سپریم کورٹ کو حاصل ہے، جس کا مقصد عوامی اہمیت کے معاملات میں بنیادی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانا ہے۔ سپریم کورٹ رولز 1980 اور عدالتی نظائر نے اس اختیار کو مزید مضبوط کیا۔ 2023ء کی قانونی اصلاحات کے بعد یہ اختیار انفرادی کے بجائے **اداراتی** شکل اختیار کر چکا ہے، جس سے اس کے استعمال میں شفافیت اور توازن پیدا ہوا ہے۔ ہائی کورٹس بھی بنیادی حقوق کے تحفظ کا اختیار رکھتی ہیں، مگر اسے سوموٹو نہیں کہا جاتا۔ مجموعی طور پر سوموٹو اختیار پاکستان میں انصاف کے فوری اور مؤثر نفاذ کا ایک اہم آلہ ہے۔

فقہی اور پاکستانی قوانین کا تجزیاتی مطالعہ

سوموٹو ایکشن کی شرعی جوازیت کی بنیادی بنیاد اسلامی فقہ کے عمومی مقاصدِ شریعہ، خاص طور پر رفعِ ظلم اور دفعِ ضرر میں پوشیدہ ہے۔ فقہائے اہلِ سنّت نے قاضی یا حاکم کے ذمہ داری کے تصور کو صرف ثالثی تک محدود نہیں رکھا؛ بلکہ اس میں وہ اخلاقی اور عملی فریضہ بھی شامل ہے کہ جب عوامی مفاد، جان و مال یا حقوقِ عامہ کو خطرہ لاحق ہو اور متاثرہ فرد یا افراد شکایت نہ کر سکیں تو قاضی از خود مداخلت کرے۔ احناف اور بعض دیگر مکتبِ فکر میں اس بات پر زور دیا گیا کہ ریاستی نمائندہ کو ایسی صورتوں میں شبہِ ضرر کو ختم کرنے کے لیے ابتدائی کاروائی کرنے کا اختیار حاصل ہے؛ کیونکہ عدل وہ غرض ہے جو شریعت نے قائم رکھی ہے اور اس کے لیے محافظ کا فعال کردار لازم ہے۔ فقہی متون اور سیرتِ نبویؐ میں اس قسم کے کئی عملی نمونے ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ابتدایہ رخ اختیار کرنا شریعت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے — بشرطیکہ اس میں عدل، دلیل اور مناسب طریق کار کا خیال رکھا جائے۔

اسلامی اصولوں کے مطابق قاضی کا از خود اقدام ہمیشہ غیر محدود نہیں بلکہ شرعی حدود اور ادلۂ شرع کی روشنی میں مشروط ہوتا ہے؛ یعنی جہاں ثبوت، مصالح یا عمومی مصلحت واضح ہو وہاں ہی از خود کارروائی قابلِ توجیہ ہوتی ہے۔ اس تناظر میں فقہ میں دو متوازی حدود ملتی ہیں: (ا) مصلحتِ عامہ کی ضرورت؛ (ب) ثبوت یا معتبر اطلاع کا موجود ہونا۔ اگر قاضی کے پاس محض قیاس یا افواہوں کی سطح پر معلومات ہوں تو شرع اس میں حراست و احتیاط کا درس دیتی ہے؛ جبکہ جب معلومات معتبر ہوں مثلاً گواہی، دستاویز یا قابلِ اعتبار شاہد تو از خود کاروائی کی شرعی حیثیت مضبوط ہو جاتی ہے۔ اس بنیاد پر فقہی تقاضا یہ بنتا ہے کہ عدالتی از خود مداخلت میں شواہد کی مضبوطی، انصاف کے تقاضے اور ملحوظِ خاطر حقوقِ اشخاص کو مقدم رکھا جائے۔

پاکستانی آئینی اور عدالتی نظام نے اس فقہی روح کو آئینی سانچے میں ڈھال کر سوموٹو اختیار کو مخصوص حدود کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔ آئینِ پاکستان نے آرٹیکل 184(3) کے تحت سپریم کورٹ کو وہ اصل دائرۂ اختیار دیا ہے جس کے ذریعے عدالت عوامی اہمیت اور بنیادی حقوق کے معاملات میں بذاتِ خود نوٹس لے سکتی ہے؛ اس کا مقصد ریاستی ناکامی یا انتظامی خلل کے باعث پیدا ہونے والے حالات میں فوری عدالتی مداخلت ممکن بنانا ہے۔ تاہم، آئینی متن خود مشروط ہے یعنی معاملہ "عوامی اہمیت" کا ہو اور "بنیادی حقوق" سے متعلق ہونا چاہیے لہٰذا عدالت کے از خود اقدام کو ایک قانونی معیّن دائرہ کار دیا گیا ہے تاکہ عدلیہ اور ایگزیکٹو کے مابین توازن برقرار رہے۔ یہ آئینی تشخیص عدالتی فعالیت کو جائز بناتی ہے مگر ساتھ ہی اسے ان حدود میں محدود بھی کرتی ہے جن کا مقصد عدالتی مداخلت کو ضرورت تک محصور رکھنا ہے۔

عملی طور پر سپریم کورٹ رولز 1980 اور عدالتی نظائر نے اس آئینی اختیار کے نفاذ کو باقاعدہ طریقۂ کار سے مشروط کیا

ہے۔ رولز میں بنیادی حقوق کے نفاذ کے سلسلے کی شقیں) خصوصاً Order XXV وغیرہ (اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ عدالت کن حالات میں معلومات، میڈیا رپورٹ یا عوامی درخواست کی بنیاد پر از خود کارروائی کر سکتی ہے؛ نیز کن آئینی تقاضوں کو پورا کیا جانا ضروری ہے۔ عدالتِ عظمیٰ کے تاریخی فیصلوں نے بھی یہ رویہ اپنایا کہ جب ریاستی ادارے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے میں ناکام ہوں یا بنیادی حقوق مسلسل پامال ہوں تو عدلیہ از خود نوٹس لے کر حفاظتی احکامات جاری کر سکتی ہے، مگر عدالت نے متعدد موقعوں پر یہ بھی کہا کہ از خود اختیار کا استعمال اس وقت مناسب نہیں جب معاملہ محض سیاسی یا نظریاتی کشمکش کی شکل اختیار کر چکا ہو۔ اس طرح رولز اور کسٹم نے از خود اختیار کو اس کے عملی حدود اور پروسیجر کے ساتھ مربوط کر دیا ہے۔

عدالتی تجربے میں، چند نمایاں مقدمات نے سو موٹو اختیار کی حدود اور افادیت دونوں کو واضح کیا ہے اور عدالتی پالیسی سازی پر اثر ڈالا ہے۔ بنظیر بھٹو کے مقدمے جیسے مقدمات نے عدالتی بنیادی حقوق کے تحفظ کے اصول کی تشریح میں اہم کردار ادا کیا، جبکہ پاناما پیپرز اور اس جیسے دیگر سیاسی یا احتسابی کیسز نے از خود اختیار کے سیاسی، اخلاقی اور عملی مضمرات کو اجاگر کیا یعنی عدالتی مداخلت کب شفاف احتساب کا ذریعہ بنتی ہے اور کب اس سے سیاسی عدم توازن یا عدالتی عبوری کارروائی کے سوالات جنم لیتے ہیں۔ پاناما کیس نے بالواسطہ طور پر یہ دکھایا کہ عوامی مفاد اور شفافیت کے تقاضے بعض اوقات عدالتی کارروائی کی راہ ہموار کرتے ہیں مگر فیصلہ کن آزمائش یہ ہے کہ عدالتی عمل کے دوران عدالتی حدود، شواہد کی بنیاد اور قانونی معیار برقرار رہیں۔ ایسے نظائر نے یہ باور کرایا کہ سو موٹو اختیار عدالتی جوابدہی کے لیے مفید ہے مگر اس کا استعمال ذمہ داری، آئینی حدود اور شواہد کی مضبوطی کے ساتھ ہونا چاہیے۔

سو موٹو اختیار کے خلاف جو بنیادی تنقید اٹھتی ہے وہ "علیحدگیِ اختیارات (separation of powers) "اور عدلیہ کے فعال ہونا بطور پالیسی ساز خطرات سے متعلق ہے۔ ناقدین کہتے ہیں کہ اگر عدالتیں ایگزیکٹو کے فرائض خود انجام دینے لگیں تو اس سے جمہوری اداروں کی کارکردگی اور عوامی نمائندگی متاثر ہو سکتی ہے؛ نیز از خود نوٹس لینے سے زیر التوا مقدمات کی تعداد بڑھ سکتی ہے جس سے عدالتی نظام پر بوجھ بڑھتا ہے۔ تاہم فقہی اور آئینی دونوں دلائل یہ تقاضا کرتے ہیں کہ جب ریاستی ادارے ناکام ہوں یا حقوقِ عامہ کا نقصان ہو رہا ہو تو عدالتی مداخلت ناگزیر اور جائز ہے۔ نتیجتاً متوازن حکمت عملی یہی ہوگی کہ سو موٹو اختیار کو شواہد، آئینی حدود، اور پروسیجر کے تقاضوں کے ساتھ مخصوص حالات تک محدود رکھا جائے یعنی از خود اقدام کو ایک استثنائی، محدود مگر مؤثر آلہ سمجھا جائے نہ کہ عمومی یا روزمرہ کا ذریعہ۔

آخر میں، فقہی اور پاکستانی قانونی نقطۂ نظر کے درمیان حقیقی ہم آہنگی اسی مقام پر نظر آتی ہے جہاں دونوں نظام عدل کو ایک فعال، تحفظِ حقوق والا عمل سمجھتے ہیں مگر اس میں احتیاط، شواہد کی بنیاد اور حدودِ قانونی کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ فقہ اخلاقی جواز اور عدل کی غرض فراہم کرتی ہے جبکہ آئین و رولز عملی فریم ورک اور شفاف عمل متعین کرتے ہیں؛ حقیقی چیلنج یہ ہے کہ روزمرہ عمل میں عدالتی از خود مداخلت کو اس طرح منظم کیا جائے کہ وہ عوامی مفاد کی حفاظت کرے، سیاست یا انتظامی خلل کا متبادل نہ بنے، اور عدالتی وسائل کی ہوس ہونے پر بھی عام شہریوں کے بنیادی حقوق کی ترجیح برقرار رہے۔ اس توازن کی حکمت عملی ہی سو موٹو ایکشن کو ایک جائز، موثر اور شفاف عدالتی آلہ بناتی ہے۔

نتائج البحث:

1. **اسلامی فقہ میں سوموٹو (ازخود) اقدام کا اصول موجود ہے**

فقہائے احناف، شوافع اور دیگر مکاتبِ فکر کے مطابق قاضی کو وہ اختیار حاصل ہے کہ جب عوامی مفاد کو نقصان ہو رہا ہو یا حق ضائع ہونے کا اندیشہ ہو اور کوئی مدعی موجود نہ ہو تو قاضی ازخود کارروائی کرے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سوموٹو کی اصل بنیاد فقہی اصولوں میں موجود ہے۔

2. **سوموٹو اختیار کا بنیادی مقصد حقوقِ عامہ کا تحفظ ہے**

فقہ اسلامی اور پاکستانی آئینی قوانین دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ ازخود مداخلت کا مقصد فرد یا معاشرے کے بنیادی حقوق کی حفاظت، ظلم کے ازالے اور ریاستی اداروں کی ناکامی کی صورت میں فوری انصاف کی فراہمی ہے۔

3. **پاکستانی آئین سوموٹو اختیار کو واضح حدود کے ساتھ تسلیم کرتا ہے**

آئینِ پاکستان کا آرٹیکل 184(3) سپریم کورٹ کو صرف اُن معاملات میں سوموٹو اختیار دیتا ہے جو "عوامی اہمیت" اور "بنیادی حقوق" سے متعلق ہوں، جس سے ثابت ہوا کہ یہ اختیار لامحدود نہیں بلکہ آئینی حدود سے مشروط ہے۔

4. **سوموٹو اختیار کے استعمال کے لیے پروسیجر اور عدالتی نظم برقرار رکھنا ضروری ہے**

سپریم کورٹ رولز 1980 اور بعد کے عدالتی فیصلوں نے واضح کیا کہ ازخود کارروائی کے لیے معتبر اطلاعات، ثبوت اور مخصوص آئینی تقاضے لازمی ہیں؛ اس سے عدالتی اختیارات کے منظم اور شفاف استعمال کو یقینی بنایا جاتا ہے۔

5. **فقہ اور پاکستانی قانون دونوں سوموٹو کے غیر ضروری یا سیاسی استعمال کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں**

فقہا کے نزدیک قیاس، مفروضات یا شکوک کی بنیاد پر کارروائی ناجائز ہے، جبکہ پاکستانی عدالتی نظائر بھی ایسے معاملات میں سوموٹو کے استعمال سے احتیاط برتنے کا مطالبہ کرتے ہیں جہاں معاملہ سیاسی یا انتظامی نوعیت اختیار کرلے۔

6. **سوموٹو اختیار اُس وقت مؤثر ثابت ہوتا ہے جب ریاستی ادارے ناکام ہوں**

عدالتی تجربہ ثابت کرتا ہے کہ جب انتظامیہ یا ریاستی ادارے اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کریں تو سوموٹو اختیار معاشرے کے کمزور افراد کے حقوق کی حفاظت کا اہم ذریعہ بن جاتا ہے — بالکل اسی طرح جیسے فقہی اصول قاضی کو ایسی صورتوں میں فعال کردار ادا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

7. **سوموٹو اختیار کے بے جا استعمال سے عدالتی بوجھ اور ادارہ جاتی توازن متاثر ہو سکتا ہے**

پاکستانی عدالتی نظام میں بعض ادوار میں سوموٹو کا حد سے زیادہ استعمال سیاست، انتظامیہ اور عدلیہ کے درمیان توازن میں بگاڑ کا باعث بنا، لہٰذا اس کے استعمال میں اعتدال اور حدود کا خیال ضروری ہے۔

8. **فقہی اصول اور پاکستانی قانون سوموٹو کے بارے میں ایک متوازن مشترکہ فریم ورک فراہم کرتے ہیں**

فقہِ اسلامی اخلاقی و شرعی بنیاد فراہم کرتی ہے، جبکہ پاکستانی آئین اور عدالتی پروسیجر عملی فریم ورک مہیا کرتے ہیں۔ دونوں اس نتیجے پر متفق ہیں کہ سوموٹو اختیار نہ عمومی بلکہ "استثنائی مگر ضروری" عدالتی آلہ ہے، جسے شفافیت، دلیل اور مناسب ثبوت کے ساتھ استعمال کیا جانا چاہیے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1 Henry Campbell Black, Black's Law Dictionary, 11th ed., p. 1720.
David M. Walker, The Oxford Companion to Law, (Oxford University Press, 1980). Entry: Suo Motu / Ex mero motu
2 Patricia M. Wald, "The Increasing Use of Sua Sponte Appellate Rulings," Journal of Appellate Practice & Process, Vol. 1, 1999.
3 Black's Law Dictionary, 11th ed., p. 1720
4 John H. Langbein et al., History of the Common Law (2009)
5 aula R. Newberg, Judging the State: Courts and Constitutional Politics in Pakistan, Cambridge University Press, 1995
6 Constitution of Pakistan, Article 184(3)
7 Patricia M. Wald, "The Increasing Use of Sua Sponte Appellate Rulings," JAPP (1999)
8 Supreme Court of Pakistan, Suo Motu Actions Case Law Digest, Supreme Court Library Publication, 2020

9 امام ابو حنیفہ، الفقہ الاکبر، جلد ۲، صفحہ ۱۲۳
10 امام محمد، المبسوط، جلد ۱، صفحہ ۴۵
11 ابن قدامہ، المغنی، جلد ۴، صفحہ ۲۰۷
12 امام شافعی، الرسالۃ، صفحہ ۸۹
13 صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۹۲۳، کتاب المنافع، باب الشراکۃ فی الماء والنار والکلأ
14 صحیح بخاری، حدیث نمبر ۲۳۴۵، کتاب الصلح، باب فضل الاعمال
15 صحیح بخاری، حدیث نمبر ۸۴۱، کتاب الامارۃ، باب القائد جبۃ
16 سنن ابو داود، حدیث نمبر ۲۷۳۴، کتاب القضاء
17 صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۷۶۶، کتاب البر والصلۃ، باب التحذیر من الظلم

18 Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, 1973, Article 184(3)."
19 Supreme Court Rules, 1980, Order XXV (Fundamental Rights Jurisdiction.
20 Benazir Bhutto v. Federation of Pakistan, PLD 1988 SC 416.
21 Constitution Petition No. 77 of 2011 (Memo Gate Case
22 Lahore High Court Bar Association v. Federation of Pakistan, PLD 2012 SC 395.
23 Panama Papers Case, PLD 2017 SC 265.
24 Supreme Court (Practice and Procedure) Act, 2023, Sections 2–3.
25 Constitution of Pakistan, Article 199
26 Human Rights Case No. 4668 of 2006, PLD 2007 SC 396.